سلسلہ وار تعلیمی تربیتی و فکری

بچوں کا

مشرب ناب

شمارہ ۵

متاب پبلیکیشنز

فہرست

بچوں کے معصومانہ سوال اور ہمارا جواب	2
نیک دل بادشاہ (خدا شناسی)	4
شیطان کے ساتھی (شناختِ قرآن)	6
اچھا دوست (حکمت علی علیہ اسلام)	9
شیطان کا طریقہ کار (دشمن شناسی)	12
شہید یحییٰ سنوار (داستانِ شجاعت)	13
دوسروں کی مدد (سیرت امام سجاد علیہ اسلام)	16
بہترین نیند (آدابِ اسلامی)	18
آستین کا سانپ (منافقت از نظرِ قرآن)	21
میری کہانی میری زبانی	22
داستانِ حضرت ابراہیم علیہ اسلام	23
حقیقی انتظار	28
بچے کی دعا	31
غصہ کرنا منع ہے	32

اللہ تعالیٰ ہمیں کیوں نظر نہیں آتے؟

پیارے بچو!

اس سوال کے جواب کو جاننے کے لیے آپ کو ان سوالات پر توجہ دینی ہوگی جو ابھی آپ سے پوچھیں جائیں گے۔

کیا آپ کو آکسیجن نظر آتی ہے جس سے آپ سانس لیتے ہیں؟

کیا آپ ٹی وی signals کو دیکھ سکتے ہیں جو کارٹون نشر ہونے پر ہوا سے انٹینا تک پہنچتے ہیں اور انٹینا سے ٹی وی تک پہنچتے ہیں؟

آپ نے سنا ہو گا کہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ فلاں بچہ عقلمند ہے۔

کیا عقلمندوں کی عقل کو پکڑ کر دیکھا جا سکتا ہے؟

ذہین بچو! کیا آپ اپنی ذہانت کو آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں؟

ہم ان میں سے کوئی چیز نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ موجود ہیں۔ آکسیجن، ٹیلی ویژن کے signals، عقل اور ذہانت دنیا میں ہے لیکن ہم انہیں نہیں دیکھ پاتے۔

لہذا اگر ہم نے کوئی چیز نہیں دیکھی تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ موجود نہیں ہے۔ ہم خدا کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔ لہذا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ موجود نہیں ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ ہم آکسیجن اور ٹیلی ویژن کی لہروں، عقل اور ذہانت کو نہیں دیکھ سکتے لیکن ہم ان کے اثرات کو دیکھ سکتے ہیں۔ ہم سانس لینے سے محسوس کر سکتے ہیں کہ آکسیجن فضا میں موجود ہے۔ کارٹون دیکھ کر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ٹیلی ویژن کی لہریں موجود ہیں۔

اور لوگوں کی سوچ اور رویہ دیکھ کر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ کون ذہین ہے اور کون نہیں۔ بچو! یہ بھی سچ ہے کہ بعض چیزوں کو خدا نے بنایا ہی ایسا ہے کہ جنہیں ہم ڈائریکٹ دیکھ کر سمجھ سکتے ہیں کہ وہ موجود ہیں۔ مثلاً اتنے بڑے پہاڑ، خوبصورت جانور، جنگل، چمکتے ستارے اور چاند وغیرہ یہ سب خدا کی نشانیاں ہیں۔

کیا دنوں، مہینوں، موسموں اور سالوں کی درست ترتیب خدا کے وجود کی نشانی نہیں ہے؟!

کیا پرندوں کا اُڑنا، پودوں کا اُگنا اور درختوں کا پھل دینا اس حکیم اور مہربان خدا کے وجود کو ثابت نہیں کرتا؟

جی ہاں! خدا کے وجود کے اثرات سے ساری دنیا بھری پڑی ہے۔ قرآن کریم خدا کو دیکھنے کے بارے میں کہتا ہے کہ "آنکھیں" اسے نہیں دیکھ سکتیں۔ پیارے بچو! ہماری آنکھیں صرف ان چیزوں کو دیکھ سکتی ہیں جو جسم رکھتی ہیں اور خدا کا کوئی جسم نہیں کہ ہم اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ سکیں۔

بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھ سکتے اسی طرح ہم خدا کو بھی نہیں دیکھ سکتے لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ ہے۔ جی ہاں! آپ خدا کو اپنے دل کی گہرائیوں سے محسوس کر سکتے ہیں۔ اور اس سے دوستانہ انداز میں بات بھی کر سکتے ہیں۔ آپ اللہ کو اپنے دل میں تلاش کر سکتے ہیں، اللہ کو دیکھنے کے لیے اپنی آنکھوں سے اِدھر اُدھر تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ایک لمحے کے لیے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اور اسے اپنے دل کی گہرائیوں سے یاد کریں۔ آپ کو جلد ہی احساس ہو جائے گا کہ وہ موجود ہے اور ہمیشہ اور ہر جگہ آپ کے ساتھ ہے۔

خداشناسی

نیک دل بادشاہ

بہت پرانے زمانے کی بات ہے کہ ایک ملک کا بادشاہ بہت رحم دل اور نیک تھا۔ لوگوں کے ساتھ اس کا رویہ بہت اچھا تھا۔ اس لیے تمام لوگ اس سے محبت کرتے تھے اور اسے خوب دعائیں بھی دیتے تھے۔ اسی ملک کے دور کے گاؤں میں ایک کسان رہتا تھا۔ جس کی یہ خواہش تھی کہ اپنے نیک دل بادشاہ سے ملنے کے لیے جائے اور اسے تحفے دیں۔ اس نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا اور کہا: "میں بادشاہ کو ملنے کے لیے جانا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ میں اسے کوئی تحفہ بھی دوں۔ تم مجھے مشورہ دو کہ میں بادشاہ کے لیے کیا تحفہ لے کر جاؤں۔

"بیوی نے کچھ دیر سوچا اور کہا" بادشاہ کے پاس تو ہر چیز ہو گی، ہم اسے کیا تحفہ دے سکتے ہیں۔ ہاں میرا مشورہ ہے کہ ہمارے گھر کے پاس بہنے والے چشمے کا پانی بہت میٹھا اور ٹھنڈا ہے اور ایسا پانی پورے ملک میں کہیں بھی نہیں ہو گا، حتیٰ کے بادشاہ کے پاس بھی نہیں ہو گا۔ تو تم ان کے لیے یہ پانی لے جاؤ۔"

کسان کو اپنی بیوی کا مشورہ پسند آیا اور اس نے اپنے چشمے سے پانی کے دو گھڑے بھرے اور اپنے گدھے پر لاد کر بادشاہ سے ملاقات کے لیے روانہ ہو گیا۔

کئی ہفتوں کے سفر کے بعد کسان بادشاہ کے محل تک پہنچ گیا اور اس سے ملاقات کی اجازت چاہی۔ اجازت ملنے پر بادشاہ کو تحفہ دیا اور اسے کہا" یہ میرے گاؤں کے چشمے کا پانی ہے اور ایسا میٹھا اور ٹھنڈا پانی آپ کو پورے ملک میں کہیں بھی نہیں ملے گا۔"

بادشاہ کے اشارے پر وزیر نے گھڑے کا ڈھکن اُٹھایا تو کئی ہفتوں کے سفر کی وجہ سے پانی میں بدبو پیدا ہو گئی تھی۔

وزیر نے بادشاہ کی طرف دیکھا تو بادشاہ نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور بلند آواز سے کہا "ہم اس تحفے سے بہت خوش ہوئے۔" اور پھر خزانچی (خزانے کے ذمہ دار شخص) کو حکم دیا کہ اس کسان کے گھڑے کو سونے سے بھر دیا جائے۔ کسان بہت خوش ہوا۔

بادشاہ نے وزیر کو بلا کر چپکے سے کہا "پانی کو گرا دینا اور واپسی پر اس کسان کو اُس رستے سے گزارنا جہاں ہمارے چشمے ہیں تاکہ اسے علم ہو کہ ہمارے پاس پانی کے کتنے چشمے ہیں اور انکا پانی کتنا ٹھنڈا اور میٹھا ہے۔"

چنانچہ جب کسان کو انعامات دینے کے بعد ان چشموں کے پاس سے گزارا گیا تو وہ سمجھ گیا کہ اس کا تحفہ کتنا حقیر اور چھوٹا تھا،

لیکن بادشاہ نے اسکے چھوٹے سے تحفے کو بھی قبول کر کے اسے اتنا سارا انعام دیا۔

اس کے دل میں بادشاہ کے لیے محبت اور عقیدت اور بڑھ گئی۔

پیارے بچو! ہماری عبادات کا بھی یہی حال ہے۔ ہم جو ٹوٹی پھوٹی عبادت کرتے ہیں تو ہم اسے بہت اچھی سمجھتے ہیں اور اللہ کو وہ عبادت پیش کرتے ہیں۔ ان عبادات کی حقیقت معلوم ہونے کے باوجود بھی وہ بادشاہ نہ صرف ان عبادتوں کو قبول کرتا ہے بلکہ ہمیں انعام کے طور پر بہت ساری نعمتیں بھی دیتا ہے حالانکہ اسے ہماری عبادتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تو اس کے کروڑوں فرشتے ہی کافی ہے۔

شناختِ قرآن

شیطان کے ساتھی

روزانہ سب بچے قاری صاحب کے پاس مسجد میں قرآن کی تلاوت سیکھنے جاتے تھے۔

کچھ دنوں سے قاری صاحب نے نوٹ کیا کہ عدیل نے ایک بُری عادت اپنالی ہے۔

وہ جس کے ساتھ بیٹھتا تھا اس کے کان میں آہستہ آہستہ باتیں کرتا، جسے کانا پھوسی کہتے ہیں۔

کبھی قاری صاحب کے بارے میں، کبھی دوسرے بچوں کے بارے میں کان میں باتیں کرتا تھا۔

قاری صاحب کو دیکھ کر بات کرتا تو اُن کو لگتا کہ یہ میرے بارے میں کوئی بات کر رہا ہے۔۔۔

قاری صاحب نے منع بھی کیا کہ یہ بُری عادت ہے لیکن عدیل نے بات ان سنی کر دی اور اسی طرح کرتا رہا۔

عدیل نہ صرف مسجد میں بلکہ سکول میں بھی ایسے ہی کرنے لگا۔

ایک دن کلاس میں پہلے بینچ پر بیٹھ گیا اور پیچھے دیکھ کر اپنے ساتھ بیٹھے عبداللہ کے کان میں علی کے بارے میں بات کرنے لگا۔

علی نے دیکھا تو بہت پریشان ہو گیا اور پھر عدیل اور عبداللہ دونوں ہنسنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد عدیل نے پھر ایسے ہی کیا۔۔۔ کلاس میں ٹیچر نے دو تین دفعہ نوٹ کیا تو عدیل کو کھڑا کر دیا۔

ٹیچر: "عدیل کیا بات ہے آپ اس طرح سرگوشی (کان میں بات) کیوں کر رہے ہیں؟؟؟"

عدیل: "کچھ نہیں ٹیچر ایسے ہی۔۔۔"

ٹیچر: "اچھا بیٹھ جاؤ اور آئندہ دھیان رکھنا اور اپنی پڑھائی کی طرف توجہ رکھیں۔۔۔"

عدیل بیٹھ گیا اور دل ہی دل میں خوش ہونے لگا۔۔

تین چار دن ہو گئے عدیل کو دیکھ کر اور بھی بچے اس کام میں دلچسپی لینے لگے۔ اسی طرح بچے ایک دوسرے کو پریشان کرتے اور دوسروں کا مذاق بنا کر خوش ہوتے۔

جمعہ کے دن امام علیؑ کی ولادت کی خوشی میں جشن رکھا گیا تھا۔ سب بچے وہاں جمع تھے۔ تقریر کے دوران بھی جب قاری صاحب امامؑ کی زندگی کے بارے میں بتا رہے تھے تو اس وقت بھی عدیل اور اس کے ساتھی ایک دوسرے کے کان میں آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔

گھر والے بھی بچوں کی اس حرکت سے بہت تنگ آ چکے تھے۔ گھر والوں نے بہت زیادہ سمجھایا بھی لیکن بچوں کو اس حرکت میں مزہ آ رہا تھا۔

عدیل اور عبداللہ کے گھر والوں نے سکول کے پرنسپل کے نام درخواست لکھی۔۔

"جناب پرنسپل صاحب! ہم اپنے بچوں کی سرگوشیوں والی حرکت سے بہت پریشان ہے۔

قاری صاحب نے بھی بہت سمجھایا ہے، ہم نے بھی سمجھانے کی پوری کوشش کی ہے مگر بچے اب بھی ایک دوسرے کے کان میں سب کے سامنے بات کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں۔ براہ کرم اس کا کوئی راہِ حل نکالیں۔"

پرنسپل صاحب نے کلاس ٹیچر کو آفس میں بلایا۔

ٹیچر: (دروازے پر دستک دیتے ہوئے) "پرنسپل صاحب" آپ نے بلایا مجھے ؟؟"

پرنسپل: "جی جی اندر آئیں، دراصل بچوں کے گھر سے شکایت آرہی ہے اور آپ نے بھی مجھے بتایا تھا کہ کچھ بچے مسلسل سرگوشی والی حرکت کر رہے ہیں جو کہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔۔۔"

ٹیچر: "بالکل پرنسپل صاحب میں بھی پریشان ہوں، سزا بھی دی ہے اور سمجھایا بھی ہے، لیکن بچے سمجھ نہیں رہے۔۔۔"

پرنسپل صاحب: (کچھ سوچتے ہوئے) "اس کا کوئی تو حل نکالنا ہو گا!!"

(تھوڑی دیر سوچنے کے بعد) "ویسے میرے پاس ایک آئیڈیا ہے۔۔۔۔"

ٹیچر: "وہ کیا؟؟"

پرنسپل صاحب: "ہمیں اسمبلی میں ایک ٹیبلو کرنا ہو گا جس میں کانا پھوسی (کان میں بات) کرنے والے کی حرکت اور سزا کو دکھائیں گے۔ جس سے بچوں کے اندر احساس پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ غلط کر رہے ہیں۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے ؟

ٹیچر: (مسکراتے ہوئے) "بہت اچھا آئیڈیا ہے۔ مجھے امید ہے اس طرح ہم بچوں کو صحیح انداز سے سمجھا سکتے ہیں۔۔۔"

دو دن تک پرنسپل صاحب نے کچھ سینئر کلاس کے بچوں کو ٹیبلو کی تیاری کروائی۔

پھر اسمبلی میں سب بچوں کو بٹھایا اور اسٹیج پر علی نے کمپیرنگ کی اور ٹیبلو کے لیے بلانے سے پہلے سورۃ مجادلہ کی آیت نمبر ۱۰ کے ابتدائی حصے کی تلاوت کی۔۔

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطَانِ

"بے شک کانا پھوسی کرنا شیطان کا کام ہے۔"

ٹیبلو شروع ہو گیا۔۔۔

(سب بچے غور سے دیکھنے لگے)

ارسلان اور منور پہلے اسٹیج پر آئے اور دو کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ان کے پیچھے دو بچے اور آکر بیٹھ گئے۔۔

فیضان نے کالی چادر اوڑھی ہوئی تھی، بڑے بڑے دانت اور کان لگائے ہوئے تھے اور ناخن بھی بڑے بڑے تھے۔۔۔ وہ شیطان کا حلیہ بنائے ہوئے تھا۔ وہ بھی اسٹیج پر آ گیا۔

ارسلان اور منور جو آپس میں ملکر ساتھ پڑھ رہے تھے۔۔ شیطان نے منور کے کان میں کچھ کہا جیسے منور کچھ سوچ رہا ہے۔ منور نے فوراً ارسلان کے کان میں کچھ بات کی اور پھر دونوں ہنسنے لگے۔

ان کے ساتھ بیٹھے بچوں کو لگا کہ یہ دونوں ہمارے بارے میں کوئی بات کر رہے ہیں۔ دونوں کو بہت بُرا لگا۔ چاروں آپس میں بحث کرنے لگے۔

ارسلان اور منور پھر قہقہ لگا کر ہنسنے لگے۔۔

شیطان خوشی سے وہیں پر چھلانگیں لگانے لگا کہ اس نے مسلمان بھائیوں کے درمیان لڑائی کروادی۔۔

دوسرا سین شروع ہوا!!!

قربان اور عبد اللہ دونوں اسٹیج پر آئے، ساتھ تین چار اور بچے اکٹھے بیٹھ گئے۔

سب آپس میں اپنی پڑھائی کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ یہاں پر بھی شیطان آگیا۔۔ اسی طرح اس نے قربان کے کان میں کچھ کہا۔

قربان نے سنی ان سنی کی اور اَعُوذُ بِاللہ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ پڑھا۔

شیطان نے پھر احمد کے کان میں کچھ کہا!! لیکن احمد بھی اَعُوذُ بِاللہ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ پڑھنے لگا اور آپس میں ویسے ہی باتیں کرنے لگے۔۔

شیطان کو بہت غصہ آیا اور وہ چیخیں مارتا ہوا بہت دور بھاگ گیا اور کہہ رہا تھا "ان اللہ کے بندوں کا میں کچھ نہیں کر سکتا یہ میری بات کیوں نہیں مانتے۔"

تیسرا سین شروع ہوا!!

جس میں مرنے کے بعد کا منظر دکھایا گیا۔۔

سب نے سفید چادریں کفن کی طرح پہنی ہوئی تھیں۔ منور اور ارسلان شیطان کے ساتھ کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھ اور پاؤں بندھے ہوئے تھے اور انھیں سزائیں مل رہی تھیں۔

دوسری طرف قربان اور احمد بہت خوش جنت میں پھل کھا رہے تھے کبھی خوشی کا اظہار کرتے اور کبھی اللہ کا شکر ادا کرتے۔

پھر علی نے اسٹیج کے اسپیکر میں آیت پڑھی اور اس کا ترجمہ کیا!!

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطَانِ

ترجمہ: "یہ سرگوشی (کان میں بات کرنا) شیطان کے کاموں میں سے ہے"۔

پھر پرنسپل صاحب اسٹیج پر آئے اور سپیکر میں بچوں کو کہا۔۔

"پیارے بچو!! آپ سب نے دیکھا کہ کس طرح شیطان بچوں سے بُرے کام کرواتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں اور ان بچوں کو شیطان کے ساتھ سزا ملتی ہے۔ لیکن جو اچھے بچے ہوتے ہیں وہ شیطان کی بات نہیں مانتے جس کی وجہ سے شیطان ان سے دور بھاگ جاتا ہے۔۔"

پھر پرنسپل نے کہا:

"آئندہ آپ سب بھی اس بات کا خیال رکھیں گے کہ کانا پھوسی (سرگوشی) نہیں کرنی جس کی وجہ سے آپ کے دوسرے بھائی پریشان ہوں، ورنہ آپ کو بھی شیطان کے ساتھ آگ میں ڈال دیا جائے گا۔" عدیل اور اس کے ساتھی، جو اس منظر کو دیکھ کر خوفزدہ ہو رہے تھے اپنی غلطی پر بہت شرمندہ ہوئے اور دل ہی دل میں خود سے وعدہ کرنے لگے کہ ہم آئندہ شیطان کے کسی بہکاوے میں نہیں آئیں گے اور بڑوں کی ہر بات مانیں گے، تاکہ ہمارا اللہ بھی ہم سے ناراض نہ ہو۔

اچھا دوست

سردیوں کی چھٹیاں ہوئی۔ سب بچے نانی کے گھر جانے کے لیے بہت خوش تھے۔

سب کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا کیونکہ آج احمد اور حسن کی خالہ اور ماموں اور اُن کے بچے سب ایک ساتھ جمع ہو رہے تھے۔ بچوں کے ساتھ ساتھ بڑے بھی خوش تھے۔ ان ہی دنوں احمد اور حسن کے چھوٹے ماموں کی شادی رکھی گئی تھی کیونکہ سب بچوں کی چھٹیاں بھی تھی اور تیاری بھی آرام سے کی جاسکتی تھی۔

احمد بہت نرم دل اور اچھے اخلاق والا بچہ تھا، سب کی بہت عزت کرتا اور سب کا کہنا مانتا تھا۔ لیکن دوسری طرف نگہت خالہ کا بیٹا زین بہت شرارتی تھا۔ سب بچوں کو تنگ کرتا اور ان کو مارتا تھا، بڑوں سے کبھی کبھار بدتمیزی بھی کرلیتا تھا، اس کی وجہ سے نگہت خالہ بھی بہت پریشان تھی اور زین کو سمجھاتی بھی تھی کہ بیٹا سب کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا چاہیے اس طرح سب آپ کو پسند کریں گے، لیکن زین اپنی امی کی بات سنتا کہاں تھا۔۔۔

سب بچے ایک ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ زین نے کہا مجھے بھی ساتھ کھیلنا ہے مگر سب بچوں نے ناراضگی والا منہ بنالیا۔

زین کو ساتھ کھلانے پر کوئی بھی راضی نہ تھا لیکن احمد کو مل جل کر کھیلنا پسند تھا، اس لیے اس نے سب کو سمجھا کر منالیا اور زین کو خصوصی ہدایت کردی کہ آپ صرف کھیلوں گے اور کسی کو کھیل کے دوران تنگ نہیں کروگے۔ زین اس وقت بھی شرارت سے باز نہ آیا۔ کھیلتے ہوئے زین نے حسن کو دیکھا کہ وہ اسٹور روم میں چھپ رہا ہے تو زین نے چپکے سے اسٹور روم کا دروازہ لاک کردیا۔

حسن نے کچھ دیر انتظار کیا لیکن دروازہ نہ کھلا حسن بہت ڈر گیا اور اس کا گرمی سے بُرا حال ہو رہا تھا احمد کو محسوس ہوا کہ حسن نظر نہیں آرہا ہے، اس نے تھوڑی دیر تلاش کرنے کی کوشش بھی کی لیکن حسن نہ ملا تو احمد کے ذہن میں فوراً زین کی شرارت کا خیال آیا۔

اسے یقین تھا کہ یہ کام صرف زین کا ہو سکتا ہے۔ احمد نے زین سے پوچھا تو اس نے نہ میں سر ہلا دیا اور ہنسنے لگا، ایسے ظاہر کیا کہ جیسے اسے کچھ پتہ ہی نہ ہو۔

حسن خوف سے چیخیں مارنے لگا۔ جب بچوں نے اس کی آوازیں سنی تو سب اسٹور روم کی طرف بھاگے۔ جیسے ہی دروازہ کھولا تو حسن بہت رو رہا تھا۔۔

حسن نے بتایا کہ زین نے اسے اسٹور میں بند کر دیا تھا۔۔

احمد نے زین سے نرمی سے پوچھا کہ "آپ نے جھوٹ کیوں بولا؟"

زین نے کوئی جواب نہ دیا اور ہنستے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔۔

بچوں نے پیچھے سے آواز لگائی کہ ہم نگہت خالہ کو بتاتے ہیں کہ زین نے حسن کو کمرے میں بند کر دیا تھا جس کی وجہ سے وہ بہت ڈر گیا ہے۔۔

زین نے بدتمیزی سے کہا "اگر میری امی کو بتایا تو میں اس سے بھی زیادہ بڑی شرارت کروں گا پھر سب دیکھتے رہنا۔۔"

زین ایسا کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔۔

احمد نے سمجھداری کا مظاہرہ کیا اور سب بچوں کو منع کیا کہ کسی سے بات نہیں کرنی۔ میں نانی جان کو سب بتا دوں گا۔ وہ زین کو سمجھائیں گی۔ سب بچوں کو زین پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ سب نے مل کر وعدہ کیا کہ آئندہ زین کو اپنے کسی کھیل میں شامل نہیں کریں گے۔ سب نے حسن کو حوصلہ دیا، اسے چپ کروایا اور پھر مل کر سب کھیلنے لگے۔

سب بچے اور بڑے شادی کی تیاری اور خریداری میں مصروف تھے۔
سب بچوں نے ایک سے بڑھ کر ایک چیزیں خریدی لیکن زین اپنی ضد کی وجہ سے نہ تو اچھے کپڑے لے سکا اور نہ ہی جوتے خرید سکا۔۔

شادی سے ایک دن پہلے میلاد رکھا گیا تھا۔ اس دن سب مہمانوں کو جمع ہونا تھا تا کہ اس خوشی کے پروگرام کو اللہ کے نام سے شروع کیا جائے۔

رات کے وقت جب سب جمع ہوئے تو سب بچوں نے بہت اچھے اچھے کپڑے اور جوتے پہنے ہوئے تھے لیکن زین ان سب میں الگ ہی نظر آ رہا تھا۔

سب بچے مل کر کھیل رہے تھے۔ سب بہت خوش تھے لیکن زین سے کوئی بات بھی نہیں کر رہا تھا، اور کوئی کھیل بھی نہیں رہا تھا۔۔

آج زین نے بہت زیادہ اس بات کا احساس کیا کہ اس کو تو کوئی توجہ بھی نہیں دے رہا اور سب مہمان اور بچے احمد کی بہت تعریف کر رہے ہیں۔۔ اس سے مل بھی رہے ہیں۔۔ نانی جان بھی سب مہمانوں کے سامنے احمد کی بہت تعریف کر رہی تھی کیونکہ سب احمد کی خوش اخلاقی اور اس کے ادب کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔

میلاد کا پروگرام ختم ہوا تو زین وہی ہال میں خاموش بیٹھا ہوا کچھ سوچ رہا تھا۔ نانی جان نے زین کو دیکھا تو اس کے پاس جا کر کرسی پر بیٹھ گئی اور پوچھا "زین بیٹا اتنے اداس کیوں بیٹھے ہو؟"

زین "نانی جان! مجھے کوئی بھی پسند نہیں کرتا، کوئی مجھ سے کھیلنا نہیں چاہتا۔ سب احمد کی تعریف کرتے ہیں اور اسے اچھا سمجھتے ہیں۔ میں کسی کو بھی اچھا نہیں لگتا۔"

(زین یہ کہہ کر رونے لگا)

نانی جان سمجھ گئی کہ زین کو اب آہستہ آہستہ اپنی غلطیوں کا احساس ہو رہا ہے۔

انہوں نے سمجھاتے ہوئے کہا" دیکھو زین بیٹا! جس طرح آپ دوسروں سے پیش آؤ گے سب آپ کے ساتھ اسی طرح کا رویہ رکھیں گے۔"

زین نے سر جھکا لیا۔۔۔

نانی جان نے زین کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "بیٹا! احمد کس طرح سب کے ساتھ تمیز سے بات کرتا ہے، کسی کو تنگ نہیں کرتا، سب بڑے چھوٹے اس کو پسند کرتے ہیں لیکن آپ بچوں کو بھی تنگ کرتے ہیں، مارتے بھی ہیں، بڑوں کا کہنا بھی نہیں مانتے تو اس وجہ سے کوئی آپ کو پسند بھی نہیں کرتا۔"

زین نے سر جھکاتے ہوئے کہا "نانی جان! مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

نانی جان: "بیٹا امام علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

"لوگوں کے ساتھ ایسا میل جول رکھو کہ مر جاؤ تو لوگ تم پر روئیں اور زندہ رہو تو تم سے ملنے کا انتظار کریں۔" (حکمت نمبر ۱۰)

"بیٹا! ہمیں سب کے ساتھ اس طرح پیش آنا چاہیے کہ جب تک ہم ان کے ساتھ رہیں سب ہم سے محبت کریں اور جب ہم دور ہوں تو سب ہماری کمی محسوس کریں، ہمیں اچھے لفظوں میں یاد کریں۔"

زین کچھ سمجھتے ہوئے بولا: "نانی جان! میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ میں کسی کو تنگ نہیں کروں گا اور کسی کے ساتھ بد تمیزی بھی نہیں کروں گا۔"

زین نے پھر کچھ سوچتے ہوئے کہا "امی جان بھی مجھے سمجھاتی تھی لیکن میں نے کبھی امی کی بات کو سیریس نہیں لیا۔ لیکن آج کے بعد میں اپنے آپ کو تبدیل کرنے کی کوشش کروں گا، میں بھی احمد کی طرح ایک اچھا بچہ بننے کی کوشش کروں گا۔"

نانی جان نے پیار سے زین کا ماتھا چوما اور سونے کے لیے کمرے میں لے گئیں۔۔۔

اگلے دن سب شادی کے لیے تیار ہو رہے تھے۔ زین بھی سب کے ساتھ مل کر تیار ہو رہا تھا۔ اس نے احمد اور حسن سے پہلے ہی معافی مانگ لی تھی، اور پھر سب کے ساتھ دوستی کی اور خوشی خوشی سب بچوں کے ساتھ مل کر تیار ہوا اور شادی والے ہال میں جانے کے لیے روانہ ہو گیا۔۔۔۔

سب بچے بھی اب زین کا اچھا اخلاق دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔

پیارے بچو!

اس کہانی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں سب کے ساتھ ایسا رویہ رکھنا چاہیے کہ سب ہم سے محبت کریں۔ اگر ہم ان سے دور ہوں یا اس دنیا سے چلے جائیں تو بھی ہمیں اچھے الفاظ میں یاد کریں اور ہماری کمی محسوس کریں۔

پرانے زمانے کی بات ہے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک بوڑھا گدھا درخت سے بندھا ہوا تھا۔

شیطان آیا اور اسے کھول دیا۔ گدھا کھیتوں کی طرف بھاگا اور فصلوں کو تباہ کرنے لگا۔

جب کسان کی بیوی نے یہ دیکھا تو اس نے غصے میں گدھے کو مار ڈالا۔

گدھے کی لاش دیکھ کر گدھے کا مالک بہت غصے میں آ گیا اور کسان کی بیوی کو گولی مار دی۔

کسان اپنی بیوی کی موت سے اتنا غصے میں آیا کہ اس نے گدھے کے مالک کو گولی مار دی۔

جب گدھے کے مالک کی بیوی نے اپنے شوہر کی موت کی خبر سنی تو غصے میں اس نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ کسان کا گھر جلا دیں۔

بیٹے شام کو گئے اور ماں کے حکم کو پورا کرتے ہوئے کسان کے گھر کو آگ لگا دی یہ سوچ کر کہ کسان بھی گھر میں جل کر مر جائے گا۔

لیکن ایسا نہیں ہوا۔۔۔ کسان واپس آیا اور گدھے کے مالک کے تینوں بیٹوں اور بیوی کو قتل کر دیا۔

اس کے بعد جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو غلطیوں کا احساس ہوا تب کسان شیطان کو کوسنے لگا۔ شیطان نے ناراض ہوتے ہوئے کہا کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا صرف گدھے کی رسی کھولی تھی لیکن سب نے اپنا جوابی عمل دکھایا، اور اس کے جواب میں اور زیادہ اور شدید ردِّ عمل ظاہر کیا اور اپنے اندر کی برائیوں کو باہر آنے دیا۔

پیارے بچو! جواب دینے، ردعمل ظاہر کرنے اور کسی سے بدلہ لینے سے پہلے ہمیں تھوڑی دیر رک کر سوچ لینا چاہیے۔

کبھی کبھی شیطان ہمارے درمیان صرف گدھا چھوڑ دیتا ہے اور باقی کام ہم خود کرتے ہیں!!

روزانہ ٹی وی چینلز گدھے چھوڑتے ہیں،

کوئی گروپ میں ایک گدھا چھوڑ دیتا ہے،

کوئی فیس بک پر گدھا چھوڑ دیتا ہے،

یاد رکھیں!

ٹوٹنا آسان ہے، جڑے رہنا بہت مشکل ہے۔۔۔

لڑنا آسان ہے، معاف کرنا بہت مشکل ہے۔۔۔

داستانِ شجاعت

شہید یحییٰ سنوار

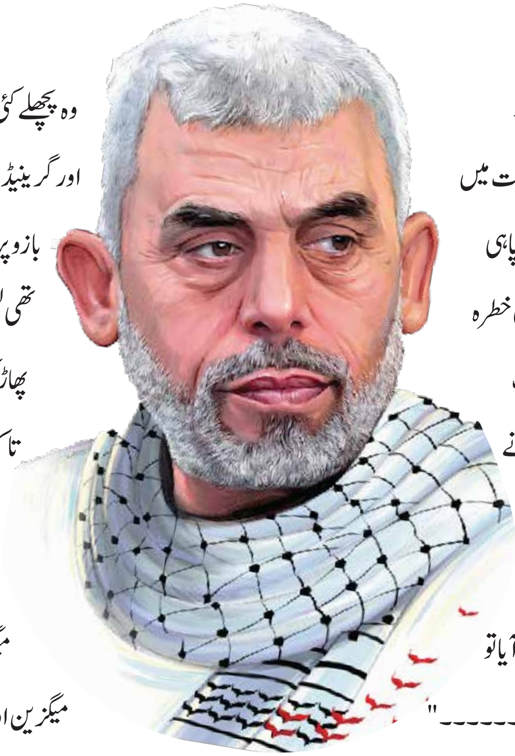

چلو چلو کے وہ منزل ابھی نہیں آئی۔
"چلو چلو جلدی، اس سامنے والی عمارت میں چلو، وقت بہت کم ہے۔۔۔" ایک سپاہی بولا۔ "نہیں نہیں، مجھے لگتا ہے ابھی خطرہ بہت زیادہ ہے ہمیں فوراً نیچے سرنگ میں چلے جانا چاہیے، ابھی ابھی ہم نے دشمن پر دو گرینیڈ پھینکے ہیں، انکا ایک فوجی زخمی ہوا ہے مگر مرا نہیں ہے، اگر اس کو کوئی بچانے کے لیے آیا تو وہ ہم تک با آسانی پہنچ جائیں گے۔۔۔۔۔۔" دوسرا سپاہی بولا۔۔ تیسرا آدمی جو دراصل ایک بڑا کمانڈر تھا، اس نے باقی دونوں سپاہیوں کی طرح اپنے چہرے پر فلسطینی کوفیہ کا نقاب پہن رکھا تھا، اس نے کچھ نہ بولا لیکن اس کی بارعب آنکھیں سب کچھ کہنے کے لیے کافی تھیں، گویا پیچھے ہٹنے یا چھپنے کے لیے تیار نہ ہوں۔
اس نے ایک تباہ شدہ عمارت کے ملبے پر رکھی ہوئی اپنی کلاشنکوف اٹھائی، جس میں شاید اب بس کچھ ہی گولیاں بچی تھیں، وہ تیزی سے اپنی دائیں جانب ٹوٹی ہوئی عمارت میں داخل ہو گیا۔ باقی دو سپاہی بھی اس کے پیچھے پیچھے اسی عمارت میں داخل ہو گئے۔ وہ تینوں الگ الگ کونے میں بیٹھے ہوئے اپنے بچے ہوئے اسلحے کا جائزہ لے رہے تھے۔

وہ پچھلے کئی گھنٹوں سے مسلسل دشمن پر گولیاں اور گرینیڈ برساتے رہے تھے۔ ایک کمانڈر کے بازو پر تو دشمن کی ایک گولی بھی لگ گئی تھی لیکن دوسرے کمانڈر نے اپنی شرٹ پھاڑ کر کچھ کپڑا اس کے زخم پر باندھ دیا تھا تاکہ زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے اس کی موت واقع نہ ہو جائے۔ ایک سپاہی کے پاس کلاشنکوف کی صرف ایک میگزین بچی تھی، دوسرے کے پاس دو میگزین اور دو گرینیڈ تھے اور تیسرے سپاہی نے جو ان کا کمانڈر تھا، اس نے اس وقت گولیاں گننا مناسب نہ سمجھا اور بس اپنی بجلی والی ٹیپ سے جوڑی گئی کلاشنکوف کو مسلسل دیکھے جا رہا تھا گویا کچھ سوچ رہا ہو۔ سردیوں کی آمد تھی لیکن چونکہ یہ علاقہ ساحلِ سمندر پر واقع تھا اس لیے سردی تو بس نام کی تھی، شدید موسم اور مسلسل کئی گھنٹوں کی لڑائی نے ان سب کے جسموں کو پسینے سے شرابور کر دیا تھا، گلے خشک تھے اور اس کو تر کرنے کے لیے یہاں پانی ملنا تقریباً ناممکن تھا۔
لیکن اس وقت ان کا ذہن پانی کی شدت کو بھول چکا تھا اور وہ انجانے خوف اور امید کی ملی جلی کیفیت میں تھے۔

اچانک ان کا کمانڈر کھڑا ہوا اور کہنے لگا اب ہمیں چلنا ہو گا۔

باقی دونوں سپاہیوں نے یک زبان ہو کر کہا: "کہاں ؟"

"اب یہاں سے پیچھے جانے کا راستہ نہیں ہے، اب مزید آگے ہی جانا ہو گا۔ ہمارے پاس ایک ہی راستہ ہے دشمن کے زیادہ سے زیادہ سپاہیوں کو موت کی کی نیند سلا دیں۔۔۔۔۔۔" کمانڈر نے کہا۔

"لیکن جناب! ہمارے پاس اسلحہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس وقت آگے جانا یعنی خود موت کے منہ میں جانا۔۔۔" ایک سپاہی بولا۔

"اگر ابھی آگے نہیں جا سکتے تو پیچھے بھی نہیں جا سکتے، دشمن کے ڈرون مسلسل پورے علاقے میں گھوم رہے ہیں، ہمیں ابھی کچھ دیر مزید یہاں رکنا چاہیے۔۔۔" دوسرا سپاہی بولا۔

ابھی ان سب کے درمیان یہ مکالمہ چل ہی رہا تھا، اس سے پہلے کہ کوئی فیصلہ ہو پاتا، ایک زوردار دھماکہ ہوا اور ہر طرف دھویں کی وجہ سے اندھیرا چھا گیا۔

جب کچھ دیر بعد اندھیرا چھٹا تو دیکھا کہ عمارت کی چھت زمین بوس ہو چکی تھی، کمانڈر پر دیوار کا ملبہ گرا ہوا تھا جس کی وجہ سے اس کا ایک ہاتھ شدید زخمی ہو چکا تھا اور خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔

کمانڈر نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی تو دیکھا کہ اس کے دونوں سپاہی محفوظ تھے۔ اس نے ان کو کہا "فوراً یہاں سے نکلو اور دونوں بالکل الگ الگ سمت میں چلے جاؤ، یہاں اور نہیں ٹھرا جا سکتا۔"

"کمانڈر، ہم کیسے آپ کو چھوڑ کر جا سکتے ہیں یہاں سے۔۔۔۔۔۔؟" ایک سپاہی بولا۔

"کمانڈر آپ شدید زخمی ہیں، ہم آپکو کندھے پر اٹھا کر لے چلتے ہیں۔۔۔" دوسرا سپاہی بولا۔

"یہ وقت ان سب باتوں کا نہیں ہے، اگر مزید یہاں رکے تو ہم تینوں مر جائیں گے۔ فوراً یہاں سے نکلو۔"

"کمانڈر!!!!" دونوں سپاہی ایک ساتھ بولے۔

"یہ میرا حکم ہے، جاؤ جاؤ۔۔۔" کمانڈر نے کہا۔

"لیکن کمانڈر کم از کم آپ پر سے ملبہ اُٹھانے تو دیں۔" ایک سپاہی بولا۔۔۔

"جاؤ۔۔۔" کمانڈر نے بپھری نگاہوں سے چلا کر کہا۔" دونوں سپاہی اپنے کمانڈر کے حکم کی نافرمانی نہیں کرنا چاہتے تھے، دونوں نے اپنی کلاشنکوف اٹھائی اور تیزی سے ملبے کے ڈھیر کو پھلانگتے ہوئے باہر نکل گئے۔ کمانڈر نے اپنے بائیں ہاتھ سے جو پہلے ہی مسلسل لڑائی کی وجہ سے تھک چکا تھا، اپنی ٹانگ پر سے ملبے کا ڈھیر ہٹانا شروع کر دیا۔ بہت کوشش کے بعد ٹانگ باہر تو آ گئی لیکن وہ جگہ جگہ سے چکنا چور ہو چکی تھی۔ کمانڈر نے بائیں بازو سے اپنے جسم کو آگے گھسیٹنا شروع کر دیا تھا۔ جگہ جگہ نوکیلے پتھر پڑے ہوئے تھے، کمانڈر جس قدر آگے بڑھتا جاتا اس کا جسم ان نوکیلے پتھروں کے زخموں سے مزید زخمی ہوتا جا رہا تھا، سامنے ایک صوفہ نظر آیا تو بڑی مشکل سے ایک طرف سے اس پر زور دیا اور گرتے پڑتے کسی طرح اس

صوفے پر بیٹھ گیا۔ کمانڈر کا اسلحہ بے کار ہو چکا تھا، اگر صحیح وسالم بھی ہوتا تو اس کو چلانے کے لیے بازو ہی ختم ہو چکا تھا۔ کمانڈر کچھ دیر اسی صوفے پر بیٹھا رہا کہ اچانک ایک "کواڈ ڈرون" کی آواز آنا شروع ہو گئی۔ کمانڈر نے اپنے آپ پر مکمل قابو رکھا اور کوئی حرکت نہیں کی جیسے مرنے کی اداکاری کر رہا ہو۔

لیکن ڈرون آگے سے آگے بڑھتا جا رہا تھا اور کوفیہ لپیٹے چہرے کو پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ کمانڈر چاہتا تو اپنا نقاب ہٹا دیتا اور مرنے کی بجائے قید ہو جانے کو قبول کر لیتا لیکن اب وہ منزل شہادت پر پہنچنا چاہتا تھا، اس کی ہمیشہ سے آرزو تھی کی وہ بڑھاپے کی بیماریوں کی بجائے میدان جنگ میں دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر شیر کی موت مرے۔ کوئی اسلحہ اس کے کام کا نہیں تھا لیکن اس کی لڑائی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی، ایک ٹانگ بلکل ٹوٹ چکی تھی، ایک بازو سے مسلسل خون بہہ رہا تھا، چہرے اور بدن پر جگہ جگہ زخموں کے نشان تھے لیکن جہاد ابھی جاری تھا۔

جیسے ہی ڈرون مزید قریب آیا، اس نے پاس ہی پڑی ہوئی ایک لکڑی اُٹھائی اور بائیں بازو سے اس کی طرف اُچھال دی،

ڈرون محفوظ رہا لیکن ڈرون کنٹرول کرنے والے کو معلوم ہو گیا کہ یہاں ایک سپاہی زندہ موجود ہے۔

اس نے جلدی سے اس عمارت کے قریب موجود ٹینک والے سے رابطہ کیا اور حملے کا حکم دیا۔ ٹینک نے اپنے سامنے موجود ٹوٹی ہوئی عمارت کی دوسری منزل کا نشانہ لیا اور گولہ برسا دیا۔

کئی سالوں تک قید کی سختی برداشت کرنے والا اور مسلسل جہاد کرنے والا کمانڈر اب سکون والی ہمیشہ کی نیند سو چکا تھا۔ دشمن اپنے سب سے بڑے دشمن کو سرنگوں میں تلاش کر رہا تھا لیکن وہ شیر بہادری کا نمونہ بنے محاذِ جنگ کی اگلی صفوں میں موجود تھا۔

پیارے بچوں! کیا آپ جانتے ہیں یہ بہادر شخص کون تھا؟ جی ہاں! ان کا نام یحییٰ سنوار تھا جو حماس کی ٹیم کا لیڈر تھا۔

انھوں نے بڑی بہادری سے جنگ کرتے ہوئے اپنی جان قربان کی اور ہمیں یہ سبق دیا کہ دشمن سے کبھی بھی نہیں ڈرنا چاہیے اور آخری وقت تک دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیے، چاہے انسان کو موت ہی کیوں نہ آ جائے۔

انفاق

سیرت امام زین العابدینؑ

رات کے 9 بج گئے تھے۔ بچے دادی سے کہانی سننے کے لیے بے چین ہو رہے تھے۔ دادی دعا و مناجات سے فارغ ہوئیں تو بچے دادی جان کے بستر پر پہنچ گئے۔

حسن نے ایکسائٹڈ ہوتے ہوئے پوچھا: "آج دادی جان ہمیں کونسی کہانی سنائیں گی؟" سب بچے اپنی اپنی رائے بتانے لگے۔ اتنے میں دادی جان نے سب کو خاموش کروایا اور کہا "آج میں آپ سب کو اپنے چوتھے امام (امام زین العابدین علیہ السلام) کی زندگی کا واقعہ سناؤں گی۔۔" سب بچے توجہ سے دادی جان کی بات سننے لگے۔

دادی: "بچو! آپ کو معلوم ہے ہمارے امامؑ کس طرح لوگوں کی مدد کیا کرتے تھے؟

دادی جان کے سوال پر علی نے فوراً جواب دیا "بھوکوں کو کھانا کھلاتے، کوئی فقیر آجاتا اس کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتے اور ہر ضرورت مند کی ضرورت پوری کرتے۔"

دادی جان علی کی بات سن کر مسکرانے لگی۔ فاطمہ کچھ سوچتے ہوئے بولی" ہماری اسلامیات کی ٹیچر نے بتایا تھا کہ امامؑ پوری رات عبادت کرتے تھے، جب سب لوگ سو جاتے تو وہ لوگوں کے گھروں میں کھانا بھی پہنچاتے اور دوسری ضروریات کی چیزیں بھی پہنچاتے، کسی کو پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ کون ہمیں روزانہ کھانا دے رہا ہے؟"

حسن: "امام علیہ السلام کسی کو کیوں نہیں بتاتے تھے کیا اس وقت لوگ اچھے نہیں تھے؟"

دادی جان حسن کے ننھے سے چہرے پر بوسہ لے کر مسکرائی اور کہا "نہیں پیارے بچو! اللہ کو وہ مدد بہت پسند ہے جو بغیر دکھائے اور بتائے کی جائے، ضرورت مند کو مانگنا بھی نہ پڑے اور اسکی حاجت بھی پوری ہو جائے۔"

معصومہ نے معصومیت سے کہا" پھر تو اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو گئے ہوں گے کیونکہ کل ہی میں نے اپنی کلاس فیلو کی مدد کی اس کے پاس کاپی نہیں تھی سب دیکھ رہے تھے" (یہ کہہ کر معصومہ نے رونی سی شکل بنالی)

دادی نے معصومہ کو پیار کرتے ہوئے کہا" نہیں بیٹا! اللہ بچوں سے ناراض نہیں ہوتا۔" معصومہ پھر سے مسکراتے ہوئے کہانی سننے لگی۔

پیارے بچو! فاطمہ نے بالکل ٹھیک کہا" امام علیہ السلام، رات کے وقت، جب سب سو جاتے، غریبوں اور ضرورت مندوں کا دروازہ بجاتے اور کھانا اور ضرورت کی چیزیں یا پیسے رکھ کر چلے جاتے، اس طرح امامؑ روزانہ سو گھروں کی ضرورت کو پورا کیا کرتے تھے۔ اور بیٹا یہی تو انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اللہ کا وعدہ ہے جو میری راہ میں مال خرچ کرے گا میں اسکے مال کو پاک کر دوں گا اور برکت بھی ڈال دوں گا۔"

معصومہ: "دادی جان! پھر کس طرح پتہ چلا کہ چوتھے امام ہی اس طرح لوگوں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں؟

باقی بچوں نے بھی اسی سوال پر سر ہلایا۔

دادی جان: "امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب لوگوں کی ضروریات پوری نہ ہوئی، انکے گھر آدھی رات کو کھانا نہ پہنچا، تو سب کو معلوم ہو گیا کہ امام علیہ السلام ہی تھے جو ہماری مدد فرماتے تھے۔"

"اور بچو! جب امام علیہ السلام کو غسل دیا گیا تو امامؑ کی کمر پر زخم کے نشان تھے کیونکہ روز روٹیوں اور راشن کے تھیلے اپنی کمر پر اُٹھا کر گھر جاتے تھے۔" حسن: غمگین آنکھوں سے دادی جان کو دیکھ کر بولا "اس طرح تو ہمارے امام نے بہت تکلیف اٹھائی ہو گی۔"

دادی جان: "جی بالکل پیارے بچو! ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے امامؑ کی سیرت پر عمل کریں اگر کوئی ضرورت مند ہو تو اسکی اسطرح مدد کریں کہ اسکی بے عزتی بھی نہ ہو اور اسے محسوس بھی نہ ہو مگر اسکی ضرورت بھی پوری ہو جائے۔"

سب بچوں نے دادی جان سے وعدہ کیا کہ ہم امام علیہ السلام کی سیرت پر عمل کریں گے اور پھر خدا حافظ کہہ کر سب اپنے اپنے بستر پر چلے گئے۔

صبح پانچ بجے بچے جاگ گئے سب نے وقت پر نماز پڑھی اور قرآن مجید کی تلاوت کی۔ پھر سب نے اسکول جانے کی تیاری شروع کر دی لیکن رات والی کہانی ابھی بھی بچوں کے ذہن میں تھی۔ سب سوچ رہے تھے کہ کس طرح ہم امام علیہ السلام کی سیرت پر عمل کریں۔

معصومہ اور حسن کلاس کے ذہین اور بہت ہی قابل طالب علم تھے۔ آج پھر روزانہ کی طرح دونوں نے اپنا کام مکمل کیا ہو تھا اور سبق بھی اچھے سے یاد تھا۔ بریک ٹائم میں جب سب اپنا اپنا لنچ باکس لے کر کھانے کے لیے بیٹھے۔ تو معصومہ کی نظر انکی کلاس فیلو مریم پر پڑی جو اپنا لنچ بکس سامنے رکھ کر بیٹھی ہوئی تھی جیسے وہ بھی سب کی طرح لنچ کر رہی ہے لیکن اس کا ڈبہ خالی تھا وہ صرف کھانے کی کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔ معصومہ عمر میں چھوٹی تھی لیکن سمجھدار تھی، وہ سمجھ گئی کہ مریم کے پاس کھانا نہیں ہے۔ اس نے اپنا لنچ باکس اٹھایا اور مریم کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

مریم نے معصومہ کو دیکھتے ہی اپنا ڈبہ چھپالیا تا کہ معصومہ کو پتہ نہ چلے کہ آج ان کے گھر کھانا نہیں تھا۔ معصومہ نے مریم کے ساتھ کلاس کی اور پڑھائی کی باتیں کرنا شروع کر دی اور باتوں باتوں میں اپنے ساتھ کھانے میں شامل کر لیا۔ اسی طرح اب روز مریم اور معصومہ ساتھ لنچ کرنے لگے اور ایک دوسرے کے دوست بن گئے اور اکثر معصومہ مریم کی چھوٹی چھوٹی ضروریات کو پورا کرتی رہتی اور کسی کو معلوم بھی نہ ہوتا تھا۔

دوسری طرف علی جو چوتھی کلاس میں پڑھتا تھا، آج ان کی کلاس میں ہوم ورک کی کاپیاں چیک ہونی تھی۔ علی کے برابر والے میز پر بیٹھے عبداللہ کے پاس کاپیاں کم تھیں، جس کی وجہ سے اس نے تین کتابوں کا کام ایک ہی کاپی میں کیا ہوا تھا جس پر ٹیچر سے ڈانٹ بھی پڑ گئی۔ علی نے کچھ سوچا اور چھٹی کے وقت اپنے جیب خرچ سے کاپیاں خریدیں اور عبداللہ کے گھر (جو کہ علی کے گھر کے قریب تھا) تحفے کے طور پر بھیج دیں۔ عبداللہ کاپیاں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اپنا کام مکمل کرنے لگا۔ پیارے بچو! ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے امامؑ کی سیرت پر عمل کرتے اپنے آس پاس کے لوگوں کا خیال رکھیں۔ انکے سوال کرنے سے پہلے ہی انکی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کریں تا کہ اللہ بھی خوش ہو اور اسکے بندے بھی۔۔

بہترین نیند (سونے کے آداب)

ارشد اور ارسل روزانہ سکول سے آتے ہی یونیفارم بھی نہیں اتارتے تھے اور ہاتھ منہ دھوئے بغیر کھانا کھاتے اور سو جاتے تھے۔۔۔

امی اور دادی روز منع کرتے اور سمجھاتے بھی کہ بچوں ہاتھ منہ دھو کر، یونیفارم اتار کر صاف کپڑے پہن کر کھانا کھایا کریں پھر تھوڑا آرام کیا کریں۔ اس سے آپ کی صحت اچھی رہے گی اور آرام سے پڑھ بھی سکیں گے۔

لیکن ارشد اور ارسل کسی کی نہ سنتے اور اسی طرح روز کا معمول بنا رکھا تھا۔۔ ان کے مقابلے میں آمنہ اور فاطمہ دونوں بہت اچھے طریقے سے صفائی کا خیال رکھتے ہوئے امی کا ہاتھ بھی بٹاتی، کھانے اور سونے کے آداب کا پورا خیال رکھتی تھیں۔

آج کلاس میں ٹیچر نے بھی سونے کے آداب سمجھائے اور سب بچوں کو سکھایا کہ ہمیں سونے سے پہلے کس کس بات کا خیال رکھنا چاہیے۔

ٹیچر: پیارے بچوں! آج آپ کو ایک چارٹ بنانے کا کام دوں گی، جس میں آپ کو روزانہ نشان لگانا ہے کہ آپ نے سونے سے پہلے کس کس بات کا خیال رکھا ہے (ارشد اور ارسل دونوں کلاس میں بیٹھے ہوئے ٹیچر کی بات بھی سُن رہے تھے لیکن عمل کرنے والے نہیں تھے۔ (ٹیچر نے بورڈ پر کالم بنائے اور اس پر کچھ خانے بھی بنائے جو سب نے دیکھ کر بنا لیے۔)

فیضان: (حیران ہو کر بولا) "ٹیچر ہم اتنے کام رات کے وقت کیسے کریں گے اس وقت تو بہت زیادہ نیند آتی ہے۔۔۔"

ارحم نے منہ بنا کر بولا "ٹیچر میری تو آنکھیں بالکل بند ہو رہی ہوتی ہیں۔۔۔۔"

علی: "ٹیچر میں تو ایسے سوتا ہوں کہ پاس کچھ بھی ہو کوئی خبر نہیں ہوتی۔ صبح بھی امی اٹھا اٹھا کر تھک جاتی ہیں پھر اُٹھتا ہوں۔۔۔"

ٹیچر: "آپ لوگ جب سوتے ہوئے ان باتوں کا خیال رکھیں گے تو کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔۔۔"

ارشد اور ارسل سب بچوں کی باتیں سن کر ہنس رہے تھے۔۔۔

ٹیچر: "پیارے بچو! سونے سے پہلے واش روم سے ہو کر اور وضو کر کے سونا چاہیے کیونکہ ہمارے امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جو بھی حاجت کر کے یعنی واش روم سے ہو کر اور وضو کر کے سوتا ہے اس کا بستر ایسے ہے جیسے مسجد میں سو رہا ہے۔"

سب بچے حیران ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔۔۔

ٹیچر: "اور بچو! کھانا کھانے کے فوراً بعد نہیں سونا چاہیے تھوڑا چل پھر کر کھانا ہضم کر کے سونا چاہیے اس سے ہمارا معدہ خراب نہیں ہوتا اور برش کر کے سوئیں گے تو ہمارے دانت بھی خراب نہیں ہوں گے اور صحت مند رہیں گے۔۔۔"

"اور بچو! آپ میں سے اُلٹا کون کون سوتا ہے؟" ٹیچر نے سوال کیا۔

ارشد ارسل اور احمد تینوں نے ہاتھ کھڑا کیا اور مسکرانے لگے۔۔۔

ٹیچر: "اُلٹا سونے سے انسان بیمار ہو جاتا ہے اور ویسے بھی شیطان الٹا سوتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ دائیں کروٹ لے کر سوئیں، ورنہ اللہ ناراض ہو جائے گا۔۔۔

بچوں نے خوشی خوشی چارٹ بنایا اور عمل کرنے کا وعدہ کیا۔۔۔

لیکن ارسل اور ارشد نے اسکول سے آنے کے بعد ایک دن ٹیچر کی باتوں پر عمل کیا لیکن پھر ویسے ہی پہلے والی روٹین پر آ گئے۔۔۔

ہفتے کے دن سکول سے آتے ہی دونوں نے کھانا کھایا اور ارسل وہی صوفے پر ہی الٹا لیٹ گیا اور اُسے نیند آ گئی۔ ارشد یونیفارم کے ساتھ ہی باہر کھیلنے چلا گیا۔۔ شام پانچ بجے ارشد گھر آیا اور ہاتھ منہ دھوئے بغیر ایسے ہی بیڈ پر لیٹا اور سو گیا۔۔ شام چار بجے ارسل جب سو کر اٹھا تو اس کی ٹانگ اور ایک بازو سن ہو گیا تھا اس نے چیخ چیخ کر رونا شروع کیا "ہائے میرا بازو، ہائے میری ٹانگ"۔۔۔

اور ساتھ میں ارسل کے پیٹ میں بھی بہت زیادہ درد ہو رہا تھا۔۔۔

اس کی چیخ و پکار سن کر سب گھر والے آ گئے۔۔ ارسل کے ابو اسے فوراً ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔۔ سب گھر والے بہت پریشان تھے۔۔۔

ڈاکٹر نے چیک اپ کیا پھر کہا "ارسل بالکل ٹھیک ہے بس اُلٹا سونے کی وجہ سے ٹانگ اور بازو سن ہو گئے تھے اور معدے کا درد دانت صاف نہ ہونے اور کھانا ہضم نہ ہونے کی وجہ سے تھا۔۔۔"

"میں نے دوائی لکھ دی ہے اور آئندہ سونے سے پہلے دھیان رکھیں۔۔ چل پھر کر اور دانت صاف کر کے سوئے انشاء اللہ جلد ٹھیک ہو جائے گے۔۔۔"

رات کو آٹھ بجے ارشد اٹھا دیکھا کہ گھر میں کوئی بھی نہیں تھا ارشد ڈر کے مارے کمرے میں ہی چھپ گیا۔۔

جب ارسل کو لے کر گھر والے آئے تو دیکھا ارشد کمرے میں رو رہا تھا، دادی نے وجہ پوچھی تو ارشد نے بتایا کہ میں جب اٹھا تو گھر میں کوئی نہیں تھا مجھے بہت ڈر لگ رہا تھا۔۔۔

دادی نے دونوں بچوں کو سمجھایا "وقت پر اگر آداب کے ساتھ سویا کریں تو کبھی بھی ڈر نہیں لگے گا اور بیمار بھی نہیں ہوں گے۔۔"

"دیکھو ارسل کی طبیعت کتنی خراب ہو گئی اور آپ بھی بہت ڈر گئے۔ اگر آپ دونوں آداب کا خیال رکھو گے اور سونے سے پہلے وضو کر کے، دعا مانگ کر سویا کرو گے تو نہ خود پریشان ہوں گے اور نہ گھر والے پریشان ہوں گے۔۔۔

دونوں بچوں نے سبق سیکھ لیا تھا کہ ہمیشہ بڑوں کی بات ماننی چاہیے۔

دونوں نے وعدہ کیا کہ آئندہ ہم دونوں تمام آداب کا خیال رکھیں گے۔۔۔ اب روزانہ دونوں بھائی اسکول سے آتے ہی یونیفارم اتارتے، ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھاتے، تھوڑا آرام کرتے، اسکول کا کام کرتے، کھیلتے اور رات کو وقت پر سو جاتے تھے۔۔ اس طرح وہ سب باتوں کا خیال رکھنے لگے۔۔۔

دونوں کی صحت بھی اچھی ہو گئی اور پڑھائی بھی۔۔

اور امی ابو دونوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔۔

پیارے بچوں! اگر ہم بھی اسی طرح سونے کے آداب کا خیال رکھیں گے تو کبھی بھی بیمار بھی نہیں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ بھی ہم سے خوش رہے گے۔۔۔

احادیث امام علیؑ

انسان کے لیے عظیم ترین شرف حسن اخلاق ہے۔

بڑھاپے سے قبل جوانی اور بیماری سے پہلے صحت سے فائدہ اٹھاؤ۔

منافقت از نظرِ قرآن

آستین کا سانپ

بہت دنوں پہلے کی بات ہے ملک یونان پر ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ بادشاہ اپنے سب ہی وزیروں پر بھروسہ کرتا لیکن ان میں ایک وزیر جس کا نام اکبر تھا اسے بادشاہ بہت پسند کرتا اور حکومتی معاملے میں اکبر سے اکثر مشورے لیا کرتا۔ اکبر کی نیت کا بادشاہ کو بلکل علم نہیں تھا۔ وہ اس پر بہت بھروسہ کرتا تھا جبکہ اکبر کسی نہ کسی طرح بادشاہ کی حکومت چھین کر خود بادشاہ بننا چاہتا تھا۔

دن یوں ہی گزرتے گئے۔ وزیر اکبر نے اپنے ساتھ کچھ اور وزیروں کو بھی ملالیا اور انہیں ساتھ دینے پر انعام کا لالچ بھی دیا۔ بہت سے وزیر انعام کی لالچ میں اکبر کی باتوں میں آگئے اور پھر ایک دن اکبر نے بادشاہ کو ختم کرنے کا ایک منصوبہ بنایا۔

ہوا یوں کہ بادشاہ اپنے ملک کے لوگوں کا حال معلوم کرنے کے لئے اپنے وزیروں کے ساتھ ایک قافلے کی صورت میں باہر نکلا تو وزیر اکبر نے بادشاہ سے کہا۔ ”قریب ہی جنگل میں بہت بہترین تیتر آئے ہوئے ہیں، کیوں نہ ان کا شکار کیا جائے۔“ بادشاہ تیتروں کے شکار کا بہت شوقین تھا۔

لہٰذا اس نے حامی بھرلی اور پھر یہ سب جنگل میں تیتروں کا شکار کرنے نکل پڑے۔ جنگل بڑا خطرناک تھا۔ وہاں جنگلی جانور گھومتے رہتے تھے۔ اکبر وزیر نے انتہائی چالاکی سے بادشاہ کو جنگل میں اکیلا چھوڑ دیا۔ اور خود باقی وزیروں کے ساتھ محل واپس آگیا۔ واپس آکر یہ اعلان کیا کہ بادشاہ سلامت کو جنگل میں شیر نے کھالیا ہے، بادشاہ سلامت سے چونکہ میں زیادہ قریب تھا لہٰذا آج سے میں بادشاہ ہوں۔

کچھ دوسرے وزیر جو بادشاہ کے وفادار تھے، افسوس کرنے لگے اور مجبوراً انھوں نے اکبر کو ہی اپنا بادشاہ قبول کر لیا۔ کچھ دن یوں ہی گزر گئے۔ ایک دن اصل بادشاہ انتہائی خراب حالت میں اپنے محل تک آپہنچا۔ اب جو وزیروں نے دیکھا کہ بادشاہ تو زندہ ہے۔ تو وہ حیران ہو گئے۔ جبکہ بادشاہ کے وفادار وزیر خوش ہوئے۔ بادشاہ نے کہا "مجھے اکبر اور اس کے ساتھی وزیر مرنے کے لئے جنگل میں چھوڑ آئے تھے اور انہیں یقین تھا کہ مجھے کوئی جانور ضرور کھالے گا۔ لیکن جب تک میری زندگی اللہ نے لکھی ہے مجھے کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں نے اکبر پر سب سے زیادہ بھروسہ کیا اور وہی آستین کا سانپ نکلا۔" یہ کہہ کر بادشاہ نے اکبر وزیر کو اس کے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ قید کروادیا۔

پیارے بچو! آپ کو معلوم ہے ایسے دوست کو جو بظاہر تو آپ کے ساتھ بہت اچھے ہو لیکن پیچھے سے آپ کا بُرا چاہتے ہو، اُسے کیا کہتے ہیں؟ جی ہاں! منافق کہتے ہیں۔ منافق آستین کا سانپ ہوتا ہے یعنی آپ کے سامنے تو آپ کے لیے بہت اچھا ہوتا ہے لیکن پیچھے سے ہمیشہ آپ کا بُرا چاہتا ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں سے ہمیشہ بچ کر رہنا چاہیے۔

میری کہانی میری زبانی

پیارے بچو! کیا آپ سب جانتے ہیں میں کون ہوں؟ میں ایک کتاب ہوں۔ میرا نام قرآن مجید ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پر نازل کیا۔۔

مجھے لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے، اس لیے مجھ میں ہدایت حاصل کرنے کا راستہ بھی بتایا گیا ہے اور اس راستے پر چلنے کے لیے احکامات اور قوانین بھی موجود ہے جس پر عمل کر کے انسان اپنی زندگی کے مقصد (قرب الٰہی) کو حاصل کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ میری فضیلت اتنی زیادہ ہے کہ جو میری ایک آیت پڑھے گا اسے بدلے میں دس نیکیاں ملیں گی۔

پیارے بچو! آپ جانتے ہیں مجھے رمضان المبارک جیسے بابرکت مہینے میں نازل کیا گیا اور جس رات میں نازل کیا گیا، اس کو لیلۃ القدر کہا گیا ہے۔۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے دور میں جب بھی کسی کو کوئی مشکل پیش آتی تھی تو مجھے کھولتا اور اپنی مشکل کا حل مجھ سے پوچھتا اور میں اس کی ہدایت کرتی کیونکہ میرا مقصد ہی لوگوں کی ہدایت کرنا ہے ۔ لیکن پیارے بچو! آج میں رو رہی ہوں!! جانتے ہیں کیوں؟؟ کیونکہ آج کے دور میں مسلمانوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ صرف ماہِ رمضان میں میری تلاوت کرتے ہیں اس کے بعد تو سب مجھے بھول جاتے ہیں اور کبھی کسی کا دل چاہے تو مجھے جلدی جلدی پڑھ کر رکھ دیتا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ چھپنے والی کتاب میں ہی ہوں، لیکن دکھ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ سب مجھے اچھے سے کپڑے میں لپیٹ کر اونچی جگہ پر رکھ دیتے ہیں اور ہدایت کے لیے مجھے کوئی نہیں کھولتا اور نہ ہی سمجھنے کی کوشش کرتا ہے کہ میں کیا پیغام دے رہی ہوں۔ میں ایسی کتاب ہوں جس میں اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی زندگی کی داستانیں بتائی ہے اور ان بُرے لوگوں کا انجام بھی بتایا ہے۔ پیارے بچو! میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے شکایت کروں گی کہ اے اللہ! تیرے بندوں نے مجھ سے ہدایت نہیں لی، میرے پاس سب کی مشکلات کا حل تھا لیکن کسی نے مجھ سے سیدھا راستہ حاصل نہیں کیا، کسی نے مجھے سمجھا اور پڑھا ہی نہیں ہے۔

پیارے بچو! اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہمیشہ کامیاب رہیں تو میری تلاوت کریں، ترجمہ پڑھیں اور مجھ میں غور و فکر کریں کہ میں کیا بتانا چاہتی ہوں اور اس پر عمل بھی کریں۔۔ میرا وعدہ ہے جو مجھ سے ہدایت لے گا میں اسے کبھی گمراہ نہیں ہونے دوں گی اور اللہ سے قریب کروں گی۔۔۔

داستانِ حضرت ابراہیمؑ

شام کے آٹھ ہی بجے تھے کہ اسد اور مصطفیٰ دادی جان کے کمرے میں بھاگے بھاگے آئے اور دیکھا کہ کمرے میں دادا جان کتاب پڑھنے میں مصروف تھے۔

اسد: "دادا جان آپ کیا پڑھ رہے ہیں اور دادی جان کہاں ہیں؟"

دادا جان: "میں انبیاءؑ کی سیرت کی کتاب پڑھ رہا ہوں اور آپ کی دادی پڑوس والی آنٹی کی طرف گئی ہیں، ابھی تھوڑی دیر میں آنے والی ہیں۔ آپ دونوں کو کیا ہوا ہے؟ بہت جلدی میں لگ رہے ہیں؟

مصطفیٰ: " آج ہمیں دادی جان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا قصّہ سننا ہے، ہمیں ٹیچر نے ہوم ورک دیا ہے۔۔۔"

دادا جان: "اچھا تو یہ بات ہے! میں آپ لوگوں کو ضرور حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کا قصّہ سناتا لیکن ابھی مجھے عشا کی نماز پڑھنی ہے آپ لوگوں کو انتظار کرنا ہوگا۔"

دونوں بچوں نے ہاں میں سر ہلایا اور خاموشی سے بیٹھ گئے۔۔

ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ دادی جان بھی آ گئیں۔ دادی جان نے دیکھا کہ اسد اور مصطفیٰ ہمیشہ کی طرح دادی کے کمرے میں بیٹھے دادی جان کا انتظار کر رہے تھے۔۔

دادی جان وضو کر کے سونے کے لیے بستر پر آئیں تو دیکھا اسد اور مصطفیٰ بہت بے چینی سے دادی جان کو دیکھ رہے ہیں۔۔

دادی جان:"پیارے بچو! کیا ہوا ہے آج اتنے بے چین کیوں لگ رہے ہیں؟ کہانی تو روز سنتے ہیں نا؟؟"

مصطفیٰ:"جی دادی جان! اس لیے ہم جلدی فارغ ہو کر آئے ہیں۔ "دادی جان! آپ کو معلوم ہے ٹیچر نے ہمیں کلاس میں حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ سنایا، لیکن پیریڈ ختم ہو گیا۔۔۔(مصطفیٰ منہ بناتے ہوئے بولا)

اسد:"دادی جان بہت اچھا لگ رہا تھا جب ہم کلاس میں ٹیچر سے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں سن رہے تھے لیکن پیریڈ ختم ہو گیا اور اس وقت سے ہمارا ذہن صرف اس واقعہ میں ڈوبا ہوا ہے کہ آخر کیا ہوا ہو گا؟؟

دادی جان:(دونوں کی بے چینی دیکھ کر مسکرانے لگی) پھر پوچھا! اچھا بچو بتاؤ آپ کو کہاں تک حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کا قصّہ معلوم ہے؟؟

اسد:(جلدی سے بولا) "حضرت ابراہیم علیہ السلام جو اللہ کے نبی تھے وہ ایسی جگہ پیدا ہوئے جہاں لوگ یا تو بتوں کو اپنا خدا مانتے تھے یا سورج کو یا چاند کو۔ جو بھی چیز ان کو اچھی لگتی اس کو اپنا اللہ بنا لیتے تھے۔۔۔"

مصطفیٰ:"دادی جان! ٹیچر بتا رہی تھیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے چچا بھی بت بناتے تھے پھر بتوں کو بازار میں بیچ کر آتے تھے، لوگ ان سے بتوں کو خرید لیتے اور پھر ان کو اپنے خدا بنا لیتے اور ان کے سامنے عبادت کرتے۔۔ دادی جان! بھلا لکڑی اور پتھر کا بت لوگوں کیا دے سکتا ہے اور لوگوں کی کیسے مدد کر سکتا ہے؟؟"

(دونوں مل کر ہنسنے لگے، دادی جان بھی ہنسنے لگی)

آج تو دادی جان کو بھی کہانی سنانے میں لطف آ رہا تھا کیونکہ بچے بہت زیادہ اسلامی کہانیوں میں دلچسپی لے رہے تھے۔۔

دادی جان:"پھر کیا ہوا؟؟"

اسد:"دادی جان! ٹیچر نے بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شروع سے ہی بتوں کو اپنا خدا نہیں مانتے تھے بلکہ بہت نفرت کرتے تھے۔ سب آپؑ کو منع کرتے تھے کہ ہمارے خدا کی عزت کیا کریں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی بات بلکل نہیں سنتے تھے۔۔"

دادی جان:"پیارے بچو! آپ لوگوں کو پتہ ہے حضرت ابراہیمؑ نے کیسے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی کہ سورج، چاند وغیرہ ہمارے خدا نہیں ہو سکتے؟"

(دونوں خاموش ہو گئے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کہنے لگے "نہیں دادی جان! پتہ نہیں!! کیسے سمجھایا ہو گا؟؟"

دادی جان:"بچو! ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں سے کہا کہ چلو آج میں آپ لوگوں کے خدا کو اپنا رب مان کر دیکھتا ہوں پھر لوگوں سے کہا کہ میں سورج کو خدا بنا لیتا ہوں مگر جب شام ہوئی تو سورج ڈوب گیا۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا جو ڈوب جائے وہ تو خدا کیسے ہو سکتا ہے۔۔

پھر کہا کہ چاند کو خدا بنالیتا ہوں لیکن جب صبح ہوئی تو چاند کی روشنی ماند پڑ گئی۔ پھر کہا یہ چاند ہمارا خدا کیسے ہو سکتا ہے جو اپنی روشنی بھی نہیں بچا سکتا۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کی سوئی ہوئی عقلوں کو جگانے کی کوشش کی۔

مصطفیٰ: "کیا بات ہے!! مگر اس طرح تو آپؑ کے دشمن بھی بہت زیادہ ہو گئے ہوں گے نا؟؟"

دادی جان: "جی بالکل! بچو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہت سارے دشمن تھے لیکن آپؑ اپنے دشمنوں سے بالکل نہیں ڈرتے تھے۔۔"

اسد: "جی دادی جان! مجھے یاد آیا ٹیچر نے بتایا تھا کہ آپؑ کا سب سے بڑا دشمن نمرود تھا۔۔؟"

"ابھی یہ بتا ہی رہیں تھیں کہ پیریڈ ختم ہو گیا۔۔"

"پھر ٹیچر نے یہی ہوم ورک دیا کہ ہم اس بارے میں معلومات حاصل کر کے آئیں۔۔۔"

دادی جان: "پیارے بچو! ہر دور میں ایسا ہوتا ہے کہ جہاں اللہ کے نیک بندے رہتے ہیں وہاں ان کا دشمن بھی ضرور ہوتا ہے لیکن اللہ کے نیک بندے کبھی بھی دشمنوں سے نہیں ڈرتے بلکہ ہمیشہ دشمن کے سامنے بھی حق بیان کرتے ہیں اور انھیں اللہ کا پیغام دیتے اور اگر پھر بھی وہ دشمنی سے باز نہیں آتے تو اُن کا مقابلہ کرتے ہیں۔

مصطفیٰ: "ایسے ہی جیسے حضرت ابراہیمؑ کا دشمن نمرود تھا۔ وہ تو اتنا بڑا بادشاہ تھا نا؟؟"

اسد: "دادی جان! بتائے نا پھر کیا ہوا؟؟"

دادی جان: "نمرود ایک طاقتور بادشاہ تھا اس کے پاس بہت زیادہ مال اور دولت تھی اور اس کو اپنی طاقت پر بہت ہی زیادہ غرور تھا۔۔"

مصطفیٰ: (منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے) "ہائے اللہ!! پھر تو یہ بہت بُرا انسان تھا۔۔" دادی جان: "ایک مرتبہ جب ان کی عید کا دن تھا اور شہر کے باہر بہت بڑا میلہ لگا، جس میں شہر کے سارے لوگ گئے۔ سوائے حضرت ابراہیمؑ کے۔"

اسد: "حضرت ابراہیم علیہ السلام کیوں اس میلے میں نہیں گئے؟ کیا اُن کو دوسرے لوگوں کی طرح انجوئے کرنا اچھا نہیں لگتا تھا؟"

دادی جان: سیر و تفریح کرنے میں کسے لطف نہیں آتا، مگر حضرت ابراہیمؑ تو اللہ کے نبی تھے، اُن کی ذمہ داری تھی کہ کسی طرح لوگوں کو سمجھائے کہ یہ بُت کبھی خدا نہیں ہو سکتے۔ اسی لیے حضرت ابراہیمؑ نے ایک پلان بنایا۔"

مصطفیٰ: "پلان!! کیسا پلان؟"

داادی جان: "بتاتی ہوں بتاتی ہوں، تھوڑا حوصلہ رکھو۔"

"جب سارے لوگ شہر سے باہر چلے گئے تو ان کی عبادت گاہ میں (جہاں بہت سارے بت رکھے ہوئے تھے) حضرت ابراہیمؑ کلہاڑا لے کر پہنچ گئے اور سب بتوں کو توڑنے لگے۔۔۔"

"ہاہاہا۔۔۔۔۔۔" اسد اور مرتضی ہنسنے لگے۔

"پھر تو بہت مزہ آیا ہو گا۔۔۔"

(اسد ایک دم پریشان ہو کر) "لیکن پھر حضرت ابراہیمؑ کو بہت مار پڑی ہو گی ان ُظالم اور بُرے لوگوں سے؟؟"

دادی جان: "بچو! مزے کی بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے بڑے بت کو کچھ نہیں کیا اور اس کے کندھے پر کلہاڑا رکھ کر چلے گئے۔۔۔۔"

"اووووہ۔۔۔۔" دونوں بچے منہ پر ہاتھ رکھ کر مسکرانے لگے۔۔۔

دادی جان: "جب سارے شہر کے لوگ واپس آئے تو دیکھا عبادت گاہ میں سارے بت ٹوٹے ہوئے ہیں سب کو شک تھا کہ یہ کام صرف حضرت ابراہیمؑ کر سکتے ہیں؟۔۔۔"

مصطفیٰ: (منہ بناتے ہوئے) "اب تو اللہ کے پیارے نبی کو ضرور سزا ملی ہوگی؟؟"

دادی جان: "نمرود نے سارے لوگوں کو دربار میں جمع کر لیا اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ یہ کام کیوں کیا ہے؟؟"

اسد: "پھر تو حضرت ابراہیمؑ نے سزا سے بچنے کے لیے کہہ دیا ہو گا کہ یہ میں نے نہیں کیا۔"

دادی جان: "نہیں بچو! ہرگز نہیں!! ایسا تو وہ لوگ کرتے ہیں جو ڈرتے ہیں۔ لیکن اللہ کے نبی تو کسی سے نہیں ڈرتے تھے بلکہ اب تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو موقع مل گیا تھا سب لوگوں کو سمجھانے کا۔"

اسد: "وہ کیسے؟ اتنے لوگوں کے درمیان میں اگر میں ہوتا تو ڈر کے مارے ٹانگیں کانپ رہی ہوتیں؟"

دادی اور مصطفیٰ بھی ہنسنے لگے۔۔۔

دادی جان: "حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے کہا کہ اپنے بتوں سے پوچھ لو یہ کس کا کام ہے؟ بڑے بت کے کاندھے پر کلہاڑا ہے، لگتا ہی اسی نے جب اپنے چھوٹے بتوں سے کھانے پینے کے لیے کچھ مانگا ہوگا اور انھوں نے بات نہیں مانی ہوگی تو بڑے بت نے غصے میں آ کر ان سارے بتوں کی پٹائی کر دی ہوگی۔"

اسد: (زور زور سے ہنستے ہوئے کہنے لگا) "پھر تو بڑا مزا آیا ہو گا۔"

دادی جان: "نہیں بیٹا! اس وقت تو وہ لوگ بہت غصے میں آ گئے اور کہنے لگے کہ یہ ہمارے ساتھ کس طرح کا مذاق کر رہے ہوں، یہ تو پتھر کے بت ہے، یہ تو اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتے تو بڑے بت کو کھانا کیسے دے سکتے ہیں؟

پھر حضرت ابراہیمؑ نے لوگوں کو متوجہ کر کے کہا:

"اے لوگو! جو بت کسی کی ضرورت پوری نہیں کر سکتے اور نہ ہی اپنی حفاظت کر سکتے ہیں وہ تم لوگوں کی کیسے مدد کریں گے اور تمہاری حفاظت کیسے کریں گے؟"

دادی جان: "حضرت ابراہیمؑ نے اس طرح پھر ایک مرتبہ ان کی سوئی ہوئی عقلوں کو جگانے کی کوشش کی۔"

"مگر نمرود کو بہت غصہ آ گیا اس نے فیصلہ کیا کہ حضرت ابرہیمؑ کو سزا دی جائے، نمرود نے حکم دیا کہ بہت ساری لکڑیاں جمع کی جائیں اور اس میں آگ لگا کر حضرت ابراہیمؑ کو اس آگ میں پھینک کر جلا دیا جائے۔"

مصطفیٰ: "یہ تو بہت بڑی سزا تھی اس طرح تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جل گئے ہوں گے نا؟؟"

اسد: "نہیں!! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معافی مانگ لی ہوگی؟؟"

دادی جان: "پیارے بچو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ پر بھروسہ تھا وہ آگ سے نہیں ڈرے اور نہ ہی ان لوگوں سے معافی مانگی۔"

دونوں بچے بڑے غور سے دادی جان کی باتیں سن رہے تھے۔۔۔

دادی جان: "حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اللہ پر بہت بھروسہ تھا، اس لیے جب نمرود کے سپاہیوں نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تو اللہ نے آگ کو حکم دیا کہ ٹھنڈی ہو جا اور پھر آگ ٹھنڈی ہو گئی اور باغ بن گئی۔

مصطفیٰ: "مجھے پتہ تھا حضرت ابراہیمؑ کو اللہ کسی بھی طرح بچا لے گا کیونکہ ہمارے پیارے نبیؐ کو بھی اللہ پر یقین تھا جس کی وجہ سے اللہ نے ان کی بھی حفاظت فرمائی تھی۔"

اسد: "بہت اچھا ہوا۔۔ اب تو لوگوں کو بھی پتہ چل گیا ہو گا کہ اللہ صرف ایک ہے اور انسان کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔"

مصطفیٰ: "دادی جان! پھر نمرود کا کیا ہوا؟؟؟"

دادی جان: "پیارے بچو! جو بُرے لوگ ہوتے ہیں ان کا بُرا ہی انجام ہوتا ہے۔"

"ایک دن نمرود اپنے محل میں تھا کہ ایک مچھر اس کی ناک میں چلا گیا اور وہ ناک سے ہوتا ہوا دماغ میں چلا گیا اس طرح سے ایک مچھر نے نمرود کو پاگل کر دیا اور وہ دیواروں میں ٹکریں مارتا ہوا دنیا سے چلا گیا۔۔۔"

اسد: دادی جان! بہت اچھا ہوا نمرود کے ساتھ۔۔۔ ہاہاہا"

دادی جان: "میرے پیارے بچو! ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے پیغمبروں کی سیرت پر عمل کریں، جیسے وہ کسی دشمن سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ پر بھروسہ کرتے تھے، ہم بھی اسی طرح اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ کریں اور صرف اسی پر بھروسہ کریں۔۔۔"

اگلے دن کلاس میں اسد اور مصطفیٰ بہت ہی بے تابی اسلامیات کے پیریڈ کا انتظار کر رہے تھے۔

ٹیچر کے آتے ہی سب بچوں نے سلام کیا۔۔ پھر ٹیچر نے سب بچوں سے کل والے پروجیکٹ کے بارے میں پوچھا؟

اسد، مصطفیٰ اور باقی بچوں نے مل کر سارا واقعہ جو لکھا ہوا تھا پڑھ کر سنایا۔۔

ٹیچر تمام بچوں سے بہت خوش ہوئیں اور ان کو شاباشی دی۔۔

پھر سب بچوں نے ٹیچر سے مل کر وعدہ کیا کہ سب خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی سیرت پر عمل کریں گے اور کبھی اللہ کے دشمن کو موقع نہیں دیں گے کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکیں اور ہمیشہ اللہ کے دین کو پھیلاتے رہیں گے۔۔۔۔

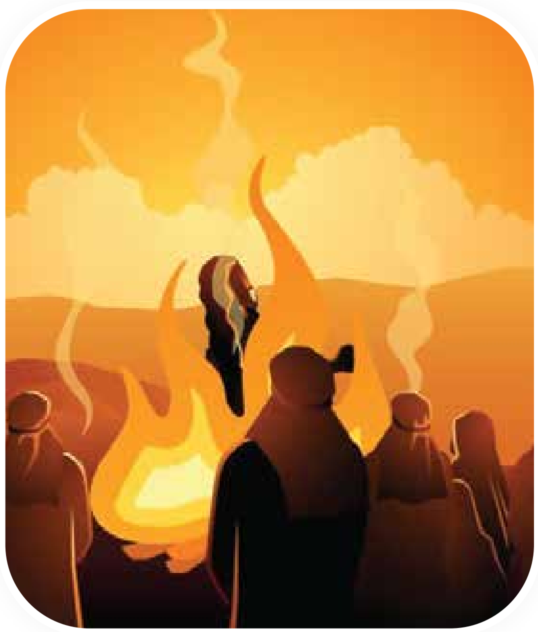

حقیقی انتظار

احمد اور کرن بہت خوش تھے۔ کل شام تک احمد اور کرن کی نانی جان حج سے واپس آ رہی تھیں۔ اب صرف ایک دن رہ گیا تھا۔ دونوں ایک ہفتے سے نانی جان کے استقبال کی تیاریاں کر رہے تھے۔۔

احمد:"کرن آپی! مجھے تو سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا ہو گا؟؟"

کرن: "کیوں کیا ہوا ہے؟ ہم اتنی تیاریاں کر رہے ہیں، دیکھنا نانی جان ہم سے بہت خوش ہوں گی۔۔"

احمد: "یہی تو میں سوچ رہا ہوں کہ ہم سے کوئی ایسا کام نہ ہو جائے جسکی وجہ سے نانی جان ہم سے ناراض ہو جائیں"

کرن:"نہیں نہیں!! ہم پوری کوشش کریں گے کہ نانی جان ہم سے خوش ہوں وہ تو ہمارے لیے گفٹ بھی لے کر آئیں گی نا"(کرن نے خوشی سے ہاتھوں کو منہ پر رکھا)

امی جان:" میرے بچے کیا باتیں کر رہیں ہیں؟؟"(امی کام سے فارغ ہو کر بچوں کی طرف آئی)

احمد: "امی جان! آپ کو تو پتہ ہو گا کہ نانی جان کو کھانے میں کیا پسند ہے؟ "

امی جان:"جی بالکل بیٹا! آپ کی نانی جان کو کھانے میں نہاری اور گاجر کا حلوہ بہت پسند ہے۔۔ لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟؟"

کرن: "امی جان! ہم نے سوچا ہے کہ ہم نانی جان کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا خیال رکھیں گے۔

آپ کو پتہ ہے ہم نے ان کے کمرے کو صاف کر کے اچھی طرح سے سجا بھی دیا ہے۔ ان کی ضرورت کی ہر چیز رکھ دی ہے تا کہ نانی جان ہم سے بہت خوش ہوں۔"

احمد: "کھانا بھی ان کی پسند کا بنائیں گے، ہمیں تو بہت انتظار ہے کہ نانی جان کب آئیں گی؟؟"

(امی جان دونوں بچوں کا انتظار اور بے چینی دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور دونوں کو لے کر نانی جان کا کمرہ دیکھنے چلی گئی۔)

احمد:"امی جان! دیکھیں کسی چیز کی کمی تو نہیں ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ جب نانی جان اپنے کمرے میں آئیں تو ان کی ضرورت کی ہر چیز موجود ہو اور وہ ہم سے خوش ہو جائیں ۔۔"

امی جان:"پیارے بچو! پریشان نہ ہوں آپ کی نانی جان کو سب بہت پسند آئے گا۔۔"

کرن :"امی جان! کال کر کے پوچھیں ناکب تک آئیں گے ؟کس وقت کی اُن کی فلائٹ ہے ؟امی جان:"میرے پیارے بچو! صبح ہی بات ہوئی تھی انہوں نے کل رات نو بجے تک پہنچ جانا ہے۔۔اب آپ دونوں سکون سے سو جائیں "۔۔

احمد:(اُچھلتے ہوئے)"مجھے تو نیند نہیں آرہی۔۔"

کرن :"مجھے بھی نیند نہیں آرہی ۔میں سوچ رہی ہوں کہ ہم نے ان کی ساری ضرورتوں کو دیکھ لیا ہے اور ان کے کمرے کو بھی اچھی طرح سیٹ کر لیا ؟بس کوئی کمی نہ ہو۔۔۔

(امی جان دل ہی دل میں سوچ کر خوش ہو رہی تھی کہ ہم بڑوں کو تو انتظار ہے لیکن ہمارے بچوں کو ہم سے بھی زیادہ انتظار ہے)

امی جان:"آپ دونوں اچھے بچوں کی طرح اپنے بستر پر لیٹ جائیں اور سو جائیں،اگر آپ کی نیند پوری نہیں ہو گی کل آپ سب کے درمیان تھکے تھکے رہیں گے۔۔"

کرن اور احمد نے تھوڑی دیر سوچا اور پھر خدا حافظ کہہ کر اپنے بستر پر چلے گئے۔۔ صبح ہوتے ہی سب گھر والوں کے ساتھ احمد اور کرن نے بھی وقت پر نماز ادا کی۔پھر سب تیاریوں میں مصروف ہو گئے کیونکہ آج تو نانی جان کو گھر پہنچ جانا ہے۔

گھر پر مہمان بھی صبح سے ہی آنا شروع ہو گئے۔خالہ اور ماموں جان بھی آ گئے اور ان کے بچوں سے تو گھر میں رونق لگی ہوئی تھی۔۔

جیسے جیسے شام کا وقت قریب آرہا تھا سب کی نظریں دروازے پر لگی ہوئی تھی۔کوئی کھانے بنانے میں مصروف تھا تو کوئی گھر کی صفائی میں۔

احمد اور کرن نے صبح سے تین دفعہ نانی جان کے کمرے کا چکر لگا لیا تھا کہ کوئی چیز اِدھر سے اُدھر نہ ہو۔۔

احمد:(شاپر کرن کو دیتے ہوئے)"آپی یہ پھول رکھ لیں جب نانی جان آئیں گی تو ہم اُن کا پھولوں سے welcome کریں گے۔"

کرن: "یہ تو بہت اچھا کیا۔۔ پھولوں والے گجرے لے کر آئے ہو؟

احمد:"جی جی لے آیا ہوں۔۔"

رات کے نو بج گئے سب کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئی،نانی جان کے آتے ہی سب خوش ہو گئے۔سب خوشی سے گلے مِل رہے تھے۔

کرن اور احمد سب سے آگے آگے نانی جان کے استقبال میں مصروف تھے۔۔

کھانا کھا کر سب فارغ ہو گئے تو نانی جان نے سب کو گفٹ دیے۔

سب بہت خوش تھے۔۔جب سب سونے کے لیے چلے گئے تو احمد اور کرن نانی جان کے کمرے میں آ گئے۔۔

احمد: "نانی جان آپ کا سفر کیسا گزرا؟" (احمد نے excited ہو کر پوچھا)

کرن: "جی نانی جان! اور آپ کو اللہ کا گھر کیسا لگا؟ ہم سب کے لیے دعا کی ہے نا کہ اللہ ہمیں بھی اپنے گھر بلائیں؟؟"

نانی جان: "جی میرے پیارے بچو! سفر بھی بہت اچھا گزرا اور مجھے وہاں بہت بھی اچھا لگا۔ میں نے سب کے لیے دعائیں کی ہیں اور اپنے ننھے بچوں کے لیے بھی۔۔" (نانی جان نے دونوں کو گلے لگاتے ہوئے کہا)۔۔

احمد: "نانی جان! ہم نے آپ کا بہت انتظار کیا۔۔ آپ کی ہر چیز کا مکمل خیال رکھا اور آپ کی پسند کے کھانے بھی بنوائے ہیں آپ کو کیسا لگا یہ سب؟؟"

نانی جان: "مجھے بہت ہی اچھا لگا، میں آپ سب سے بہت خوش ہوں لیکن بچوں ایک بات پوچھوں؟؟"

احمد اور کرن حیران ہو کر "جی نانی جان! کون سی بات؟؟"

نانی جان: "جس طرح آپ نے میرا انتظار کیا اس طرح آپ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ کا بھی انتظار کر رہے ہیں؟ جب میں خانہ کعبہ کی زیارت کرتی تھی میرے ذہن میں یہی آتا تھا کہ اسی گھر میں ہمارے آخری امام عجل اللہ تعالیٰ کا ظہور ہو گا۔ تو کیا ہم نے ان کے لیے کوئی تیاری کی ہے؟؟"

کرن: "جی جی نانی جان! ہم اپنے امام کا بھی انتظار کر رہے ہیں۔"

احمد: "لیکن ہم تیاری کیسے کریں؟"

نانی جان: "پیارے بچوں جس طرح آپ نے میرے آنے پر اتنی تیاری کی ہے اور ہر اس چیز کا خیال رکھا ہے جو مجھے پسند ہے۔ اسی طرح آپ کو اپنا عمل اور کردار ایسا بنانا ہو گا جو امامؑ کو پسند ہو اور ایسے کام کرنے ہوں گے جس سے اُن کا ظہور جلدی ہو اور جب وہ آئیں تو ہم سے خوش ہوں۔۔"

کرن: "نانی جان! ہم اپنے اللہ سے اور امام سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ان کو کبھی ناراض نہیں کریں گے، ان کے انتظار کے ساتھ ساتھ اُن کی پسند کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا بھی خیال رکھیں گے تاکہ ہمارے امام آئیں تو ہم سے خوش ہوں۔"

نانی جان: "انشاللہ میرے پیارے بچو! اب اپنے بستر پر جائیں اور سو جائیں صبح نماز کے لیے ج بھی تو اٹھنا ہے۔۔"

کرن اور احمد نانی جان کو خدا حافظ کہہ کر اپنے بستر پر چلے گئے۔ اور سوتے ہوئے اپنے امامؑ سے وعدہ بھی کیا کہ ہم آپؑ کے ظہور کے لیے بہت اچھی تیاری کریں گے۔ خود بھی اچھا بنیں گے اور دوسروں کو بھی اچھا بنانے کی کوشش کریں گے۔

پیارے بچو! جس طرح کرن اور احمد نے امامؑ سے وعدہ کیا، ہمیں بھی اسی طرح اپنے آخری امام "امام مھدی عجل اللہ تعالیٰ" سے وعدہ کرنا ہے کہ ہم امامؑ کے ظہور کے لیے بہت اچھی تیاری کریں گے۔ خود بھی اچھا بنیں گے اور دوسروں کو بھی اچھا بنانے کی کوشش کریں گے تاکہ ہم امام کے سچے سپاہیوں میں شامل ہوں سکے۔

بچے کی دعا

لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری!
دور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے!
ہر جگہ میرے چمکنے سے اجالا ہو جائے!
ہو مرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت

زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب!
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب!
ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
در مندوں سے صعیفوں سے محبت کرنا
مرے اللہ! بُرائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو اس رہ پہ چلانا مجھ کو

غصہ کرنا منع ہے

۱

آج میں نے ایک
ٹیکسی ڈرائیور کو دیکھا جو غصے میں تھا۔
وہ کتنا بد صورت لگ رہا تھا!

۲

کل میں نے ایک قصاب کو دیکھا
جو بہت غصے میں تھا۔
وہ کتنا بد صورت لگ رہا تھا!

۳

کچھ دنوں پہلے، میں نے اپنے پڑوسی
کو دیکھا جو بہت غصے میں تھا۔
وہ کتنا بدصورت لگ رہا تھا!

۴

جن کو غصہ آتا ہے،
وہ بہت بدصورت اور
خوفناک ہو جاتے ہیں۔
ان کے چہروں کو دیکھ کر
انسان خوف زدہ ہو جاتا ہے۔

۵

غصہ کرنے سے میرا چہرہ
بدصورت ہو جائے
گا اور لوگ بھی مجھ سے خوفزدہ
رہیں گے۔

آپ سب اپنے گھر کی چھت پر فلسطین کا جھنڈہ لگائیں
اور بتائیں کہ ہم فلسطینیوں کے ساتھ ہیں۔

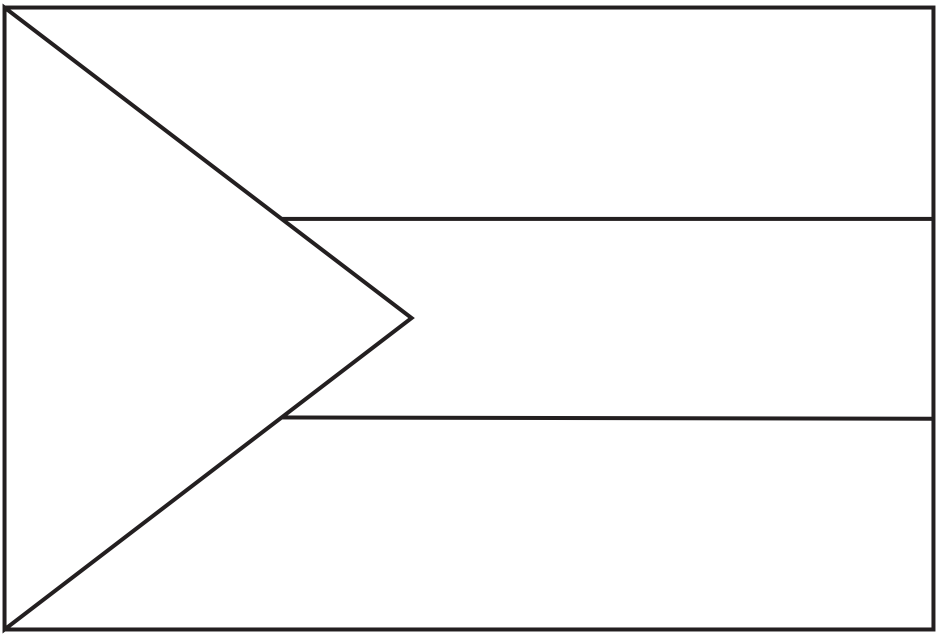

فلسطین کے جھنڈے پر رنگ کریں۔